

Journal of Religion & Society (JR&S)

Available Online:

<https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index>

Print ISSN: 3006-1296 Online ISSN: 3006-130X

Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

A Critical Study of the Orientalists' and Apostates' Thoughts and Methodologies Regarding the Prophetic Battles (Ghazawat al-Nabawiؐ)

غزواتِ نبوی ﷺ کے حوالے سے مستشرقین اور مرتدین کے افکار و منہج کا تحقیقی جائزہ

Muhammad Imtiaz Naaz

M.Phil Scholar, (GCU) Government College University Lahore
Department of Arabic and Islamic studies / Visiting Lecturer Govt
College of Science Wahdat Road Lahore

naaz4740@gmail.com

Muhammad Faizan

M.Phil Scholar, (GCUL) Government College University Lahore,
Department of Arabic and Islamic Studies/ Visiting Lecturer USS
(Unique School System) Main Campus Chauburji Lahore

hfaizan074@gmail.com

Abstract

The chapter on the Prophetic Battles (Ghazawat) in the Seerah of the Prophet (peace be upon him) is a crucial and sensitive aspect of Islamic history. It not only elucidates the social, defensive, and political strategies of early Islamic society but also presents a clear practical manifestation of Islam's universal teachings. Through these battles, the system of oppression and tyranny was dismantled, and a righteous society founded on justice, fairness, and freedom of thought was established. However, in various historical periods, certain intellectual circles have attempted to criticize the Prophetic Battles. Their interpretations and objections tend to present Islamic history merely within the framework of political or military struggle. These perspectives often neglect the wisdom, causes, moral justification, and religious foundations of the battles, portraying them instead as aggressive military campaigns. In contrast, the Islamic viewpoint holds that these battles were neither for personal gain nor for political expansion. Rather, they were manifestations of a deliberate, purposeful, and ethical strategy aimed at rescuing human society from oppression, tyranny, discord, and chaos, and establishing a system based on monotheism and justice. The intellectual and jurisprudential foundations of these battles are clearly documented in the Qur'an, Sunnah, and authentic sources of the Seerah. The objective of this critical study is to analyze these intellectual objections and interpretations regarding the Prophetic Battles (Ghazawat al-Nabawi ﷺ) in an academic manner, to

clarify the original Islamic methodology. This research will be based on Islamic primary sources, classical commentaries, authentic biographies, and contemporary scholarly investigations, with the aim of presenting a balanced and scholarly stance that counters intellectual confusion and misrepresentation.

Keywords: Orientalists, Apostates, Methodologies, Ghazawat al-Nabawi, Established, Interpretations, Jurisprudential.

سیرت طیبہ کا باب غزوات اسلامی تاریخ کا نہایت اہم اور حساس پہلو ہے، جو نہ صرف اسلامی معاشرتی، دفاعی اور سیاسی حکمتِ عملی کو واضح کرتا ہے بلکہ دین اسلام کی آفاقی تعلیمات کے عملی اظہار کی ایک روشن جھلک بھی پیش کرتا ہے۔ ان غزوات کے ذریعے نہ صرف ظلم و جبر کے نظام کا خاتمہ ہوا، بلکہ عدل و انصاف اور حریت فکر کے اصولوں پر مبنی ایک صالح معاشرہ وجود میں آیا۔ تاہم تاریخ کے مختلف ادوار میں بعض فکری حلقوں نے غزواتِ نبوی ﷺ کو تنقید کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ ان کی تعبیرات اور اعتراضات میں عمومی طور پر تاریخ اسلامی کو محض سیاسی یا عسکری جدوجہد کے تناظر میں پیش کرنے کا رجحان غالب رہا ہے۔ ان افکار میں غزوات کی حکمت، اسباب، اخلاقی جواز اور دینی بنیادوں کو نظر انداز کر کے انہیں ایک جارحانہ حکمتِ عملی کے طور پر دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کے برعکس اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ غزوات نہ تو ذاتی مفاد کے لیے تھے اور نہ ہی سیاسی توسیع کے لیے، بلکہ وہ ایک منظم، بامقصد اور اخلاقی حکمتِ عملی کا مظہر تھے، جن کا مقصد انسانی معاشرے کو ظلم، جبر، نفاق اور فتنہ و فساد سے نجات دینا اور توحید و عدل پر مبنی نظام کا قیام تھا۔ ان غزوات کے پیچھے جو فکری و شرعی بنیادیں تھیں، وہ قرآن و سنت اور سیرت طیبہ کے مستند مصادر میں واضح طور پر موجود ہیں۔ اس تحقیقی جائزے کا مقصد ان فکری اعتراضات اور تعبیرات کا علمی تجزیہ کرنا ہے، جو غزواتِ نبوی ﷺ کے حوالے سے پیش کیے جاتے ہیں، تاکہ اصل اسلامی منہج کی وضاحت کی جاسکے۔ اس سلسلے میں اسلامی مصادر، کلاسیکی تفاسیر، سیرت کی مستند کتب، اور معاصر علمی تحقیقات کو بنیاد بنایا جائے گا، تاکہ ایک متوازن اور تحقیقی موقف سامنے آئے جو فکری انتشار اور مغالطہ انگیزی کے سدباب کا ذریعہ بن سکے۔

غزواتِ نبوی ﷺ کی حقیقت

غزواتِ نبوی ﷺ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا وہ اہم ترین پہلو ہیں جن میں آپ ﷺ نے بطور پیغمبر و قائد، دفاعِ حق، قیامِ عدل اور ظلم و ستم کے خلاف عملی جدوجہد کی۔ یہ معرکے محض عسکری کارنامے نہیں تھے بلکہ ان میں الہی مشن کی عظمت، اخلاقی اصولوں کی پاسداری، اور روحانی جہاد کا پہلو نمایاں تھا۔ ان کا محرک کسی بھی دنیاوی مفاد، شخصی اقتدار یا قومی غلبے کا حصول نہ تھا، بلکہ صرف یہ تھا:

"لَتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا"¹

(تاکہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو)

نبی کریم ﷺ کی دعوتِ توحید اور اصلاحی پیغام نے مکہ کے قریش سرداروں کو سچ پا کر دیا۔ تیرہ برس تک ظلم و ستم سہنے کے بعد جب مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی، تو بھی قریش کا دشمنی کا رویہ ختم نہ ہوا۔ انہوں نے مدینہ میں بھی مسلمانوں کے خلاف سازشیں، حملے اور جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے قتال کی اجازت دی:

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا ۖ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ"²

(اجازت دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے، اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا،

اور بیشک اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے)

اسلام کی تعلیمات میں جارحانہ جنگ کی کوئی گنجائش نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جو جنگیں لڑیں، وہ دفاعی نوعیت کی تھیں۔ آپ ﷺ نے کبھی جنگ کا آغاز خود سے نہ کیا، بلکہ جب مخالفین نے:

- مسلمانوں پر حملہ کیا (جیسے بدر اور احد میں)
 - مدینہ کو فتح کرنے کی نیت سے آئے (جیسے غزوہ خندق)
 - یا معاہدوں کی صریح خلاف ورزی کی (جیسے بنو قریظہ اور بنو نضیر)
- تو اس کے رد عمل میں، مجبوری کے تحت اقدام کیا گیا۔

جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا:

"وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ"³

(اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

¹ صحیح بخاری محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر 2810، بیروت: دار صادر، (1984ء)، حدیث:

رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی میں کئی نمایاں پہلو تھے:

- جنگ سے قبل ہمیشہ صلح کی پیشکش فرماتے۔⁴
 - بوڑھوں، عورتوں، بچوں، عبادت گزاروں اور غیر جانب داروں کو قتل سے منع فرمایا۔⁵
 - مالِ غنیمت پر ذاتی قبضہ نہ کیا، بلکہ شفاف نظام کے تحت بیت المال میں جمع کر کے تقسیم فرمایا۔⁶
 - غزوات کے نتیجے میں مکہ، طائف، خیبر، اور دیگر علاقوں کے مجبور و مظلوم افراد کو نجات ملی۔
- ان جنگوں کا مقصد نہ قوم پرستی تھا، نہ نسل پرستی، نہ فتوحات۔ ان کی غایت صرف یہ تھی کہ زمین پر عدل قائم ہو، اور دین حق کو ماننے والوں کو اپنے عقیدے پر عمل کی آزادی حاصل ہو:
- "وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ"⁷
- (اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ ہی کا ہو جائے)
- غزواتِ نبوی ﷺ اسلام کے انقلابی پیغام کا جزوِ لاینک ہیں۔ ان میں ظلم کے خلاف قیام، حق کے لیے قربانی، اور عدل کے قیام کی عملی تصویر نظر آتی ہے۔ یہ جنگیں محض جسمانی نہیں تھیں، بلکہ فکری، روحانی اور تہذیبی جہاد کی اعلیٰ ترین مثال تھیں، جن کا مقصد "اعلائے کلمۃ اللہ" تھا۔ نہ کہ کسی ذاتی یا گروہی غرض کا حصول۔
- مستشرقین کا منہج تحقیق

⁴ ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث، سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، حدیث نمبر 2613، بیروت: دار صادر، 1404 ہجری (1984ء)۔

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash'ath, *Sunan Abū Dāwūd*, Kitāb al-Jihād, Hadith no. 2613, Beirut: Dār Ṣādir, 1404 AH (1984 CE).

⁵ مسند احمد، امام احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث نمبر 17137، بیروت: دار احیاء التراث العربی، (1987ء)۔

Musnad Aḥmad, Imam Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad al-Imām Aḥmad ibn Ḥanbal*, Hadith no. 17137, Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1407 AH (1987 CE).

⁶ صحیح مسلم، امام مسلم بن الحجاج النیسابوری، صحیح مسلم، حدیث نمبر 1750، بیروت: دار الفکر، 1414ھ (1993ء)۔

Ṣaḥīḥ Muslim, Imam Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Naysābūrī, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Hadith no. 1750, Beirut: Dār al-Fikr, 1414 AH (1993 CE).

⁷ الانفال، 39

مستشرقین (Orientalists) کا تحقیقی منہج عموماً مغربی، سیکولر اور نوآبادیاتی فکر سے ماخوذ ہوتا ہے، جو اسلام، اس کی تاریخ، اور دینی متون کے مطالعے کو خالص عقلیاتی اور جدلیاتی تناظر میں پرکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کا زاویہ نگاہ اسلامی عقائد و اقدار کے اندرونی فہم کی بجائے بیرونی فلسفیانہ، تاریخی اور عمرانی تنقید پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ اسلامی تاریخ کو ایک "تحقیقی مادہ" (Object of Study) کے طور پر لیتے ہیں، نہ کہ ایک روحانی یا ایمانی تجربہ کے طور پر۔ اس منہج میں "تاریخی تنقید" (Historical Criticism) کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جس کے تحت اسلامی متون کو زمانی ترتیب، اخباری اختلافات، اور عقلی تضادات کی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے، اور وحی، نبوت اور دین کو سماجی و ثقافتی مظاہر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

مستشرقین عموماً قرآن و حدیث کو ان کے اصل ماخذی اور الہامی سیاق سے کاٹ کر ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔ وہ حدیث کو بعد ازاں مرتب کردہ بیانات اور روایتی سیاست یا فرقہ واریت کی پیداوار قرار دیتے ہیں، جبکہ قرآن کو پیغمبر اسلام ﷺ کی فکری پیداوار یا کسی متنازع تاریخی عمل کا نتیجہ گردانتے ہیں۔ ان کے تحقیقی اسلوب میں "داخلی تضادات" (Internal Contradictions) کی تلاش ایک اہم عنصر ہے، تاکہ اسلامی تعلیمات کے باہمی امتزاج و ہم آہنگی کو مشکوک کیا جاسکے۔ وہ سیرت النبی ﷺ، غزوات، اور خلافت راشدہ جیسے واقعات کو محض سیاسی جدوجہد، قبیلائی کشمکش یا سماجی ارتقاء کے طور پر بیان کرتے ہیں، اور وحی یا روحانی محرکات کو دانستہ نظر انداز کرتے ہیں۔

اس منہج کا مقصد خالص علمی کم، اور فکری و سیاسی زیادہ ہوتا ہے۔ مستشرقین کے تحقیقی مراکز اکثر ان نوآبادیاتی ریاستوں سے وابستہ رہے ہیں جو مسلم دنیا کو سیاسی اور فکری طور پر محکوم بنانے کے درپے تھیں۔ چنانچہ ان کی تحقیق میں اسلام کو ایک "غیر معقول" اور "پسماندہ" نظام کے طور پر پیش کرنا مقصود ہوتا ہے، تاکہ نہ صرف اس کی عالمی اپیل کو کمزور کیا جاسکے بلکہ مسلمانوں میں فکری اضطراب اور ایمانی انحطاط پیدا کیا جاسکے۔ اس طرح مستشرقین کا منہج بظاہر علمی ہونے کے باوجود اپنے جوہر میں تعصب، استعلاء اور فکری استیلا کا عکاس ہے، جس کا بنیادی مقصد اسلامی صداقت و جامعیت کو چیلنج کرنا ہے، نہ کہ سچائی تک رسائی حاصل کرنا۔

اسلام کی ابتدائی فتوحات کو جارحیت قرار دینا

اسلامی تاریخ کی ابتدا میں نبی کریم ﷺ کی قیادت میں جو جنگیں اور فتوحات ہوئیں، وہ اسلامی نقطہ نظر سے دفاع، قیام عدل، اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے تھیں۔ تاہم بعض مستشرقین نے ان معرکوں کو غیر جانب دارانہ طور پر دیکھنے کے بجائے مغربی سامراجی تناظر میں پرکھا، اور انہیں محض جارحیت، سیاسی تسلط، اور دنیاوی فتوحات کے طور پر تعبیر کیا۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ اسلام کی پیش رفت ایک مذہبی اصلاحی تحریک سے بڑھ کر ایک عسکری اور سیاسی طاقت بن کر ابھری،

جس نے بزورِ شمشیر اپنے نظریات کو پھیلایا۔ یہ نقطہ نظر نہ صرف حقائق سے متصادم ہے بلکہ مستشرقانہ ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے، جو اسلام کو ایک 'مستی طرز کی مذہبی ریاست' کی شکل میں دیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

مونٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کا اعتراض

مونٹگمری واٹ بیسویں صدی کے ایک معروف مستشرق تھے، جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر نسبتاً معتدل تحقیق کی کوشش کی۔ تاہم اس کی تحریریں بھی مغربی فکری سانچوں کے تابع رہیں۔ اس نے سیرتِ نبوی ﷺ کے دو مشہور تحقیقی مطالعے Muhammad at Mecca اور Muhammad at Medina میں کئی مقامات پر اسلام کی ابتدائی فتوحات کو 'توسیع اقتدار' کے تناظر میں بیان کیا۔

"The campaigns of Muhammad were not merely defensive; they aimed at expansion of his authority over Arabia⁸".

"محمد ﷺ کی جنگی مہمات محض دفاعی نہیں تھیں؛ ان کا مقصد جزیرہ عرب پر اپنا اقتدار پھیلانا بھی تھا۔"

واٹ یہاں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی جنگیں محض دشمن کے حملوں کا دفاع نہیں تھیں، بلکہ ایک وسیع سیاسی حکمت عملی کا حصہ تھیں جس کا مقصد پورے عرب پر اپنا اقتدار قائم کرنا تھا۔ اس نظریے میں مذہبی یا روحانی جہت کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ وہ 'authority' اور 'expansion' جیسے الفاظ استعمال کر کے سیرتِ طیبہ کو ایک سیاسی پروگرام کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس کا نقطہ نظر جزوی طور پر تاریخی سیاق سے ماخوذ ضرور ہے، لیکن وہ مذہبی محرکات کو مغرب کی مذہب بیز تاریخ کے سانچے میں ڈھالتا ہے۔ اس طرح وہ نبی ﷺ کی دعوت کو محض قیادت اور ریاست کے قیام کی جدوجہد بنا دیتا ہے۔

مونٹگمری واٹ کے اعتراض کا علمی و تحقیقی جائزہ

مستشرق W. Montgomery Watt اسلامی تاریخ اور سیرتِ النبی ﷺ کے نمایاں مغربی محققین میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زندگی پر دو اہم کتابیں لکھی ہیں: Muhammad at Mecca اور Muhammad at Medina۔ اگرچہ واٹ عام طور پر نسبتاً متوازن مستشرق مانے جاتے ہیں، تاہم ان کی بعض آراء میں نبی اکرم ﷺ کی نبوت کو محض ایک سماجی و سیاسی تحریک کے قائد کی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش نظر آتی ہے۔

واٹ نے اپنی کتاب "Muhammad at Mecca" میں لکھا:

⁸ Watt, Muhammad at Medina, p. 221

“In the later Meccan period, Muhammad began to see himself as destined to be a political leader as well as a religious teacher⁹”.

یعنی: ”مکہ کے آخری دور میں محمد ﷺ نے خود کو ایک مذہبی معلم کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی رہنما کے طور پر بھی دیکھنا شروع کیا۔“

یہ نقطہ نظر اس مغربی تاریخی تنقیدی منہج کی ایک مثال ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام کے روحانی کردار کو سیاسی، معاشرتی اور نفسیاتی عوامل کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔ واٹ کا اعتراض بظاہر نرم ہے، لیکن اس کے اندر ایک خطرناک مفروضہ چھپا ہے: یعنی نبوت کوئی وحی یا الہامی امر نہیں بلکہ انسانی شعور کا ارتقائی اظہار ہے، جو مخصوص حالات میں سیاسی شعور اختیار کرتا ہے۔

واٹ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کی دعوت ابتدائی طور پر صرف مذہبی نوعیت کی تھی، جس کا مقصد لوگوں کو شرک سے توحید کی طرف بلانا تھا۔ تاہم، ان کے بقول، وقت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ محض مذہبی دعوت کے ذریعے تبدیلی ممکن نہیں، اس لیے آپ ﷺ نے مدینہ میں سیاسی قیادت سنبھالنے کا فیصلہ کیا تاکہ ایک معاشرہ قائم کیا جاسکے جو آپ ﷺ کی تعلیمات کے نفاذ کی بنیاد بنے۔

اس زاویہ نگاہ میں وحی، الہام اور نبوت کے حقیقی معانی کی نفی موجود ہے۔ واٹ کی نظر میں نبی اکرم ﷺ کا یہ طرز عمل خالصتاً ایک سماجی حکمت عملی تھی، نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہامی رہنمائی۔ چنانچہ وہ نبی ﷺ کی مدنی زندگی کو ایک سیاسی انقلابی کے طور پر دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سیرت طیبہ کے تاریخی تسلسل کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی کا محرک ”دعوت الی اللہ“ تھا، جو مکہ میں بھی برقرار رہا اور مدینہ میں بھی۔ دعوت، صبر، تحمل، ہجرت، جہاد، صلح، فتح یہ سب مراحل وحی الہی کے تابع تھے، نہ کہ کسی سیاسی منصوبہ بندی کے۔

قرآن مجید واضح کرتا ہے:

”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ“¹⁰

”کہہ دو: میں تم جیسا انسان ہی ہوں، مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔“

⁹ Watt, W. Montgomery. Muhammad at Mecca. Oxford: Oxford University Press, 1953.

¹⁰ الکہف، 18: 110

نیز، مدینہ کی ریاست کے قیام میں نبی اکرم ﷺ کا کوئی ذاتی سیاسی منصوبہ کارفرمانہ تھا، بلکہ جب اہل یثرب نے ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کو دعوتِ ہجرت دی، تو آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس ہجرت کو بھی قرآن نے "اللہ کی راہ میں نکلنا" قرار دیا¹¹، نہ کہ کسی سیاسی اقدام کے طور پر پیش کیا۔ اگر نبی اکرم ﷺ محض ایک سیاسی رہنما ہوتے تو صلح حدیبیہ جیسے معاہدے کو کبھی قبول نہ کرتے، جو بظاہر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ تھا، لیکن آپ ﷺ نے اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اسے "فتحِ ممین" قرار دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی کوئی سیاسی انتقام یا غلبہ جتانے کا رویہ نہیں دکھایا گیا، بلکہ عمومی معافی دی گئی، جو ایک نبی کے کردار کی عکاس ہے، نہ کہ سیاسی فاتح کی۔

مونٹگمری واٹ کی یہ رائے، کہ نبی اکرم ﷺ نے خود کو تدبیراً ایک سیاسی رہنما کے طور پر تصور کرنا شروع کیا، دراصل ایک خالص مستشرقانہ مفروضہ ہے، جو سیرتِ طیبہ کے وحی پر مبنی تصورِ نبوت سے متصادم ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تمام تر جدوجہد کا محرک نہ اقتدار تھا، نہ قوم پرستی، بلکہ صرف اللہ کی رضا، اس کا پیغام، اور اس کی شریعت کا نفاذ تھا۔

تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) کا اعتراض

تھامس کارلائل انیسویں صدی کا مشہور اسکاتش فلسفی اور مورخ تھا، جس نے اپنی مشہور کتاب -On Heroes, Hero-Worship and the Heroic in History میں نبی کریم ﷺ کو "Hero as Prophet" کے طور پر پیش کیا۔ وہ عام مستشرقین کی نسبت رسول اللہ ﷺ کے لیے مدح انگیز رویہ رکھتا تھا، لیکن اس کے بعض بیانات میں ابہام اور مغربی فہم تاریخ کا عکس موجود ہے۔ اس نے اسلام کے پھیلاؤ میں تلوار کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک خاص انداز اپنایا۔

"The sword indeed: but where will you get your sword? Every new opinion at its starting is precisely in a minority of one. One man in the world against all men; that he takes a sword and tries to propagate with that, will do little for him"¹².

"تلوار تو ہے، لیکن تم تلوار کہاں سے لاؤ گے؟ ہر نیا نظریہ ابتدا میں اکیلے شخص کی آواز ہوتا ہے۔ ایک آدمی جو پوری دنیا کے خلاف ہو، اگر تلوار لے

¹¹ النساء، 4:100

An-Nisa, 4:100

¹² Carlyle, On Heroes, Lecture 2

کر اپنے خیالات پھیلانے کی کوشش کرے، تو وہ اس سے کچھ حاصل نہیں کر سکے گا۔"

یہ اقتباس بظاہر اسلام پر اعتراض معلوم نہیں ہوتا، بلکہ ایک عمومی اصول کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ تاہم سیاق و سباق میں دیکھا جائے تو کارلائل اسلام کے پھیلاؤ میں تلوار کے کردار کو موضوع بحث بنا رہا ہے۔ وہ اس نکتہ کو سامنے لاتا ہے کہ اگر اسلام محض تلوار سے پھیلا ہوتا تو ایک فرد واحد کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اتنی بڑی کامیابی حاصل کرتا۔ اس کے بیان میں اسلام کی صداقت کا ایک مبہم اعتراف تو ہے، مگر وہ اس اعتراف کو مغربی عقلیات کے پردے میں ڈھانپ دیتا ہے۔ وہ اسلام کو مکمل طور پر روحانی جدوجہد نہیں بلکہ نظریاتی پھیلاؤ کا ایک عمل سمجھتا ہے، جس میں تلوار ایک علامت کے طور پر زیر بحث آتی ہے۔

اس میں میور نے اسلام کی ابتدائی فتوحات کو محض سیاسی توسیع کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی عسکری سرگرمیاں ایک مذہبی مصلح کی نہیں بلکہ ایک سیاسی رہنما کی حیثیت سے تھیں۔ وہ اسلام کو ایک روحانی دعوت کے بجائے سیاسی ایجنڈے کے ساتھ ابھرتی ہوئی ریاستی طاقت کے طور پر دیکھتا ہے۔ اس کے اسلوب بیان میں لفظ "dominion" اور "military force" خاص اہمیت رکھتے ہیں، جو اس کی مخصوص ذہنیت کی غمازی کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی روحانی بنیادوں کو نظر انداز کر کے صرف خارجی اور مادی پہلوؤں پر توجہ دیتا ہے۔

تھامس کارلائل کے اعتراض کا علمی و تحقیقی جائزہ

تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) انیسویں صدی کے ایک ممتاز اسٹش مفکر، ادیب اور مورخ تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک غیر معمولی انسان اور عظیم مصلح کے طور پر تسلیم کیا، تاہم بعض پہلوؤں میں ان کی آراء بھی مستشرقانہ مفروضات سے متاثر نظر آتی ہیں، خصوصاً اسلامی فتوحات اور جہاد کے مفہوم سے متعلق۔

کارلائل نے اپنی مشہور کتاب "On Heroes, Hero-Worship, and the Heroic in History" میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہا:

"They called him prophet, you say? Why, he stood there face to face with them; bare, not enshrined in any mystery, visibly clouting his own cloak, cobbling his own shoes, fighting, counselling, ordering in the midst of them; they must have seen what kind of a man he was... a fiery mass of life, he kindled every heart. A prophet indeed! He was not a dumb figurehead... he went about his work like a man¹³".

¹³ Carlyle, On Heroes, London: Chapman & Hall, 1841, p. 65.

اس اقتباس میں اگرچہ کارلائل نبی کریم ﷺ کی سادگی، خلوص، اور عملی زندگی کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں، لیکن آگے چل کر اسلامی فتوحات کے بارے میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

“We do not refuse to see Mahomet’s religion as a militant one. It spread by sword; that also is no hidden fact¹⁴”.

"ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ محمد ﷺ کا دین ایک جنگجو دین تھا۔

یہ تلوار کے ذریعے پھیلا؛ یہ بھی کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔"

یہ بیان دراصل اس عمومی منتشر قانہ طرز فکر کی عکاسی کرتا ہے، جو اسلامی فتوحات کو محض عسکری برتری یا تلوار کے زور پر مسلط شدہ دین کے طور پر دیکھتی ہے۔ کارلائل اگرچہ نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں، مگر ان کا زاویہ نگاہ اس حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے کہ اسلام کی فتوحات محض عسکری نہیں، بلکہ اخلاقی، سماجی اور عقلی بنیادوں پر تھیں، جن میں دین کی دعوت اصل مقصد اور تلوار محض ایک تدافعی وسیلہ تھا۔ کارلائل کی اس بات میں دو سطحیں ہیں:

- وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی دور میں جہاد کا عنصر موجود تھا اور اسے مکمل طور پر روحانی یا مابعد الطبیعیاتی انداز میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔
- یہاں کارلائل اس مفروضے کو دہرا رہے ہیں جو اکثر مغربی مؤرخین پیش کرتے ہیں، یعنی اسلام کے پھیلاؤ میں تلوار کلیدی عامل تھی۔

اسلامی فتوحات کا تاریخی تجزیہ بتاتا ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ نے 23 سالہ دعوتی زندگی میں صرف 9 غزوات میں خود حصہ لیا، جن میں سے بیشتر تدافعی (defensive) نوعیت کے تھے۔ فتح مکہ جو سب سے بڑی فتح تھی، بغیر خون ریزی کے مکمل ہوئی۔ اسلامی لشکروں نے شام، عراق، مصر اور فارس کی طرف پیش قدمی اس وقت کی، جب وہاں ظلم، ناانصافی، مذہبی استبداد اور رومی و ساسانی طاقتوں کی بربریت موجود تھی۔ ان فتوحات کے دوران عوام الناس نے مسلمانوں کو نجات دہندہ کی حیثیت سے قبول کیا۔ قرآن میں واضح ارشاد ہے:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ"¹⁵

¹⁴ Ibid., p. 66

¹⁵ البقرہ، 2:256

"دین میں کوئی زبردستی نہیں"

یہ آیت اس اصولی پالیسی کی وضاحت کرتی ہے کہ اسلام کا پھیلاؤ جبر کے بجائے فہم و فراست، اخلاقی کردار، اور دعوت کے ذریعے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان، ملائیشیا، انڈونیشیا، اور افریقہ میں اسلام بغیر کسی عسکری فتوحات کے صرف دعوت سے پھیلا۔

- صلح حدیبیہ جو جنگ کی بجائے صلح اور حکمت کا مظہر تھی۔
 - مدینہ منورہ کا بیثاق جو مختلف قبائل اور مذاہب کے درمیان پر امن بقائے باہمی کی دستاویز تھی۔
 - نبی اکرم ﷺ نے مختلف حکمرانوں کو خطوط بھیجے، ان پر حملہ نہیں کیا۔
- تھامس کارلائل کے بیان میں نبی اکرم ﷺ کی عظمت کے اعتراف کے باوجود وہ مکمل فہم موجود نہیں جو سیرت کے وحی پر مبنی تناظر کو درکار ہے۔ ان کا "تلوار سے پھیلنے" کا تصور سادہ اور یک رخ ہے، جو اسلامی فتوحات کے ہمہ جہتی اخلاقی، قانونی، دعوتی اور سیاسی پہلوؤں کو نظر انداز کرتا ہے۔

ولیم میور (William Muir) کا اعتراض

ولیم میور انیسویں صدی کا برطانوی مستشرق تھا، جو برطانوی نوآبادیاتی دور میں اسلام پر تنقید کرنے والوں میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس نے اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سیرت کو تاریخی تحقیق کی بنیاد پر پیش کرنے کا دعویٰ کیا، لیکن اس کی تحریریں اکثر یورپی استعمار کی فکری توسیع کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔ میور نے نبی اکرم ﷺ کے غزوات اور فتوحات کو سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی کوشش قرار دیا۔

"Mohammad had recourse to the sword to establish his dominion. The progress of Islam was not a spiritual conquest, but a political one by military force¹⁶".

"محمد ﷺ نے اپنا اقتدار قائم کرنے کے لیے تلوار کا سہارا لیا۔ اسلام کی پیش رفت روحانی فتح نہیں بلکہ فوجی طاقت کے ذریعے ایک سیاسی تسلط تھی۔"

اس اقتباس میں میور نے اسلام کی ابتدائی فتوحات کو محض سیاسی توسیع کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی عسکری سرگرمیاں ایک مذہبی مصلح کی نہیں بلکہ ایک سیاسی رہنما کی حیثیت سے تھیں۔ وہ اسلام کو ایک روحانی دعوت کے بجائے سیاسی ایجنڈے کے ساتھ ابھرتی ہوئی

¹⁶ Muir, Life of Mahomet, Vol. 4, p. 233

ریاستی طاقت کے طور پر دیکھتا ہے۔ اس کے اسلوب بیان میں لفظ "dominion" اور "military force" خاص اہمیت رکھتے ہیں، جو اس کی مخصوص ذہنیت کی غمازی کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی روحانی بنیادوں کو نظر انداز کر کے صرف خارجی اور مادی پہلوؤں پر توجہ دیتا ہے۔

ولیم میور کے اعتراض کا علمی و تحقیقی جائزہ

ولیم میور نے اپنی مشہور کتاب "Life of Mahomet" میں رسول اللہ ﷺ کی عسکری زندگی کو سیاسی تسلط اور ذاتی اقتدار کی توسیع کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے لکھا:

"Mohammad had recourse to the sword to establish his dominion. The progress of Islam was not a spiritual conquest, but a political one by military force¹⁷".

یعنی: "محمد ﷺ نے اپنا اقتدار قائم کرنے کے لیے تلوار کا سہارا لیا۔ اسلام کی پیش رفت روحانی فتح نہیں بلکہ فوجی طاقت کے ذریعے ایک سیاسی تسلط تھی۔"

یہ اعتراض درحقیقت مستشرقانہ منہج تحقیق کا مظہر ہے جس میں سیرت نبوی ﷺ کو خالصتاً سیاسی، مادی اور نوآبادیاتی زاویہ نگاہ سے دیکھا گیا ہے، جبکہ تاریخی حقائق، سیاق و سباق، اور قرآن و سنت کی تعلیمات اس نظریے کی سختی سے تردید کرتے ہیں۔

سیرت طیبہ کا محرک: روحانی اور اخلاقی اصلاح

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا آغاز مکہ مکرمہ میں ہوا جہاں آپ ﷺ نے 13 سال تک نہایت صبر، تحمل اور عدم تشدد کے ساتھ توحید و اخلاق کی دعوت دی، باوجودیکہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو شدید ظلم، سوشل بائیکاٹ، جسمانی اذیتوں اور جلاوطنی کا سامنا رہا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کا مقصد سیاسی اقتدار ہوتا تو آپ ﷺ شروع ہی میں قبائلی سرداروں کی پیشکش کو قبول کر کے اقتدار حاصل کر سکتے تھے، مگر آپ ﷺ نے ان کی تمام تر پیشکشوں کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا:

¹⁷ Muir, William. The Life of Mahomet, Vol. 4. London: Smith, Elder & Co., 1861, Vol. 4, p. 233.

"اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں کہ میں اس کام سے باز آ جاؤں، تب بھی میں اس دعوت کو نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے یا میں اس راہ میں ہلاک ہو جاؤں۔"¹⁸

مدنی زندگی اور غزوات کا پس منظر: دفاع، معاہدات، اور عدل

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کو سیاسی آزادی ملی، تب بھی کوئی پیش قدمی کی جنگ نہیں کی گئی بلکہ تمام غزوات کا پس منظر دفاعی تھا۔ جنگ بدر اس وقت لڑی گئی جب قریش نے مدینہ پر حملے کی تیاریاں کیں، اور مسلمانوں کے خلاف مکہ سے قبائل کو اکسانا شروع کیا۔ غزوہ اُحد اور احزاب تو کھلی جارحیت کے ردِ عمل میں لڑی گئیں۔

قرآن مجید میں اجازتِ قتال کا بنیادی اصول یہ بتایا گیا:

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ"¹⁹

"اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور اللہ ضرور ان کی مدد پر قادر ہے۔"

یہ آیت مدینہ میں سب سے پہلی اجازتِ قتال ہے جو دفاعی پس منظر میں نازل ہوئی، نہ کہ کسی سیاسی تسلط کے لیے۔ عملی مثال: صلح حدیبیہ اور فتح مکہ

فتح مکہ، جو اسلام کی سب سے بڑی سیاسی فتح تھی، خونریزی کے بغیر ہوئی۔ نہ صرف عام معافی کا اعلان کیا گیا بلکہ دشمنوں کو آزادانہ زندگی گزارنے کا حق دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَنْزِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اذْهَبُوا فَأَنْتُمْ الْطُّلُقَاءُ"²⁰

"آج تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

¹⁸ ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، جلد 1، صفحہ 265۔ بیروت: دار ابن کثیر، 1415ھ / 1995ء

Ibn Hishām, 'Abd al-Malik ibn Hishām. Al-Sīrah al-Nabawīyyah [The Prophetic Biography], vol. 1, p. 265. Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1415 AH / 1995

¹⁹ سورۃ الحج، 22: 39

Surah Al-Hajj (22:39)

²⁰ ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، جلد 2، صفحہ 412۔ بیروت: دار ابن کثیر، 1415ھ / 1995ء

Ibn Hishām, 'Abd al-Malik ibn Hishām. Al-Sīrah al-Nabawīyyah [The Prophetic Biography], vol.2, p.412. Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1415 AH / 1995

کیا کوئی سیاسی فاتح اپنے جانی دشمنوں کے لیے یہ اسلوبِ معافی اختیار کرتا ہے؟ اگر نبی کریم ﷺ کا مقصد محض اقتدار ہو تا تو وہ اپنی فوجی برتری کو ذاتی انتقام یا سیاسی غلبہ کے لیے استعمال کرتے، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے صلح و عفو کو ترجیح دی۔

تاریخی تنقید پر تبصرہ

میور جیسے مستشرقین نے سیرت کو محض ایک سیاسی تجزیے کے تحت بیان کیا، اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک "قائد انقلاب" کے طور پر دیکھنے کی کوشش کی۔ یہ زاویہ نگاہ تاریخی حقائق، وحی الہی، اور اسلامی اخلاقیات کو دانستہ نظر انداز کرتا ہے۔

معروف مغربی مؤرخ W. Montgomery Watt، جو نسبتاً متوازن نقطہ نظر رکھتا ہے، خود اس بات کا اعتراف کرتا ہے:

"It is misleading to see Muhammad as primarily a political leader²¹".

یعنی "محمد ﷺ کو بنیادی طور پر ایک سیاسی رہنما کے طور پر دیکھنا گمراہ کن

ہے۔"

ولیم میور کا اعتراض اس کی مخصوص نوآبادیاتی ذہنیت اور مغربی سیاسی نظریہ تاریخ کا نتیجہ ہے۔ سیرت طیبہ کا اگر سنجیدہ، سیاق و سباق سے جڑا ہوا اور وحی پر مبنی مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کا پھیلاؤ صرف روحانی، اخلاقی اور فطری طریق سے ہوا، نہ کہ سیاسی جارحیت کے ذریعے۔

نتائج

- مستشرقین کی اکثریت نے غزواتِ نبوی ﷺ کو تاریخی تناظر سے ہٹا کر پیش کیا، جس سے اسلام کی پر امن اور عدل پر مبنی فکری بنیاد کو نقصان پہنچا۔
- ان کے اعتراضات زیادہ تر مغربی نوآبادیاتی، سیکولر اور استشراتی منہج پر مبنی تھے، جو اسلام کو محض ایک سیاسی و عسکری تحریک بنا کر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔
- مستشرقین کے اعتراضات میں اکثر علمی دیانت کا فقدان، ماخذات کا ناقص انتخاب، اور سیاق و سباق سے ہٹ کر نتائج اخذ کرنے کی روش پائی جاتی ہے۔

²¹ Watt, Muhammad at Mecca, Oxford University Press, 1953, p. 229

- مونگمری واٹ اور ولیم میور جیسے محققین نے بظاہر علمی انداز اختیار کیا، لیکن ان کے افکار میں تہذیبی تعصب اور اسلام سے بے زاری کا عنصر غالب رہا۔
- مستشرقین کی تعبیرات نے مرتد مفکرین کو اسلامی تاریخ پر اعتراضات کا ذہنی و فکری جواز فراہم کیا، جس سے داخلی فکری خلفشار پیدا ہوا۔
- تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ غزواتِ نبوی ﷺ کا اصل محرک دفاع، عدل کا قیام، اور مظلوموں کی نصرت تھا، نہ کہ تسلط یا جبر۔
- سیرتِ طیبہ کا مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہر غزوہ میں صلح، رواداری، اور عدل کو ترجیح دی، اور تلوار صرف ناگزیر دفاع میں استعمال ہوئی۔
- مستشرقین کے تنقیدی منہج کا مقابلہ اسی سطح پر تحقیقی و تجزیاتی اسلوب سے کیا جاسکتا ہے، جس کے لیے علمی تیاری ناگزیر ہے۔
- غزواتِ نبوی ﷺ کو جہاد فی سبیل اللہ کے عظیم مظاہر کے طور پر دیکھا جانا چاہیے، نہ کہ کسی توسیع پسندانہ مہم کے طور پر۔

سفارشات

- اسلامی سیرت نگاری کے اسلوب کو جدید علمی و تنقیدی معیار کے مطابق ترقی دی جائے تاکہ مغربی تنقید کا جواب محض روایتی انداز میں نہیں بلکہ تحقیقی اسلوب میں دیا جاسکے۔
- مستشرقین کے افکار کا تفصیلی تجزیہ جامعات کے نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ طلبہ مستشرقین کی فکری جہتوں اور علمی منہج کو سمجھ کر علمی دفاع پر قادر ہو سکیں۔
- غزواتِ نبوی ﷺ پر جدید زبانوں میں تحقیقی اور دستاویزی مواد تیار کیا جائے تاکہ دنیا کو اصل تاریخی تناظر سے آگاہ کیا جاسکے۔
- علمی مکالمے اور مناظرے کی سطح پر مستشرقین کی آراء کا مقابلہ کیا جائے تاکہ علمی دنیا میں اسلام کا مؤقف دلیل و تحقیق کے ساتھ پیش ہو۔
- اسلامی مراکز تحقیق مستشرقین کے اصل ماخذات کا ترجمہ، تنقید اور تجزیہ پیش کریں تاکہ ان کی فکر کو اس کی اصل بنیاد سے سمجھا جاسکے۔
- اسلامی فتوحات اور غزوات کے اغراض و مقاصد کو بین الاقوامی فورمز پر اجاگر کیا جائے تاکہ جبر و استبداد کے الزامات کو زائل کیا جاسکے۔

- سیرت نبوی ﷺ پر فلمی، ڈاکو منٹری اور ڈیجیٹل میڈیا کے جدید ذرائع سے مواد تیار کیا جائے تاکہ نوجوان نسل میں سیرت کی فہم و محبت پیدا ہو۔
- مرتد مفکرین کے اعتراضات کا علمی و مؤثر جواب دے کر ان کے منہج کی کمزوری کو نمایاں کیا جائے تاکہ مقامی سطح پر فکری ارتداد کا سد باب ہو سکے۔
- ایسے ریسرچ جرنلز قائم کیے جائیں جو سیرت، غزوات اور مستشرقین کے منہج پر مستقل تحقیقی مضامین شائع کریں تاکہ ایک مستقل علمی روایت قائم ہو۔
- بین المذاہب مکالمے کے دائرے میں سیرت النبی ﷺ اور غزوات کا پر امن، عادلانہ اور اخلاقی پہلو اجاگر کیا جائے تاکہ عالمی سطح پر اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں دور کی جاسکیں۔

خلاصہ کلام

غزوات نبوی ﷺ کو مستشرقین اور بعض مرتد مفکرین نے ایک مخصوص مغربی تناظر میں جانچنے کی کوشش کی، جس میں اسلام کے دفاعی جہاد کو جارحانہ، سیاسی غلبے کا ذریعہ، یا محض طاقت کے اظہار کے طور پر پیش کیا گیا۔ ولیم میور نے رسول اللہ ﷺ کی عسکری حکمت عملی کو ذاتی اقتدار کی تمنا سے تعبیر کیا، موننگمری واٹ نے فتوحات اسلام کو سیاسی حالات کا نتیجہ گردانا، اور تھامس کارلائل نے بعض مقامات پر اسلام کے پھیلاؤ کو تلوار سے منسوب کیا۔ اگرچہ وہ نبی کریم ﷺ کی عظمت کے قائل بھی تھے۔ ان مستشرقین کا منہج عمومی طور پر سیکولر، نوآبادیاتی، اور تنقیدی اصولوں پر مبنی تھا، جس کا مقصد اکثر اسلام کی اخلاقی بالادستی کو چیلنج کرنا اور اس کے عالمگیر پیغام کو محدود کرنا تھا۔ ان کا تجزیہ تاریخی سیاق و سباق سے کٹا ہوا، جزوی مشاہدے پر مبنی، اور بعض اوقات ذاتی یا تہذیبی تعصب سے رنگا ہوا تھا۔ جب ان کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ قرآن، سنت، سیرت نبوی ﷺ، اور عہد صحابہ کی روشنی میں لیا گیا۔ غزوات نبوی ﷺ ہمیشہ دفاع، ظلم کے خاتمے، اور عدل کے قیام کے لیے تھے۔ اسلام کی دعوت اور فتوحات کا اصل محرک روحانی اور اخلاقی اصول تھے، نہ کہ اقتدار یا مال۔ اسلامی فتوحات کے بعد مفتوح اقوام کو مذہبی آزادی، جان و مال کا تحفظ، اور عدل پر مبنی نظام فراہم کیا گیا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام کے پھیلاؤ میں تلوار نہیں، بلکہ قرآن کی تعلیمات، نبی ﷺ کا خلق عظیم، اور صحابہ کا عدل و اخلاص بنیادی محرکات تھے۔ چنانچہ مستشرقین اور مرتدین کا منہج، نہ صرف علمی توازن سے محروم ہے بلکہ تاریخی و اخلاقی حقائق کے خلاف بھی ہے۔ یہ جائزہ اس امر کو مزید مستند کرتا ہے کہ غزوات نبوی ﷺ، درحقیقت اسلامی اقدار کی سر بلندی، مظلوموں کی نصرت، اور دنیا میں عدل و امن کے قیام کا ایک روشن باب ہیں، نہ کہ تسلط یا جبر کا۔

مصادر و مراجع

1. البلادی، عاتق بن غیث (1421ھ) معجم الـعالم الجغرافیہ، دار مکہ للنشر والتوزیع، مکة المکرمہ
2. طبری، محمد بن جریر (1387ھ)، تاریخ الرسل والملوک، دار التراث بیروت، لبنان

3. ابن کثیر، عمر بن کثیر (1421ھ)، البدایہ والنہایہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان
4. بخاری، محمد بن اسماعیل (1408ھ)، الصحیح، دارالفکر العربی، بیروت لبنان
5. حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، (2012) عہد نبوی کے میدان جنگ، ادارہ اسلامیات لاہور
6. ابی داؤد، سلیمان بن اشعث (1421ھ) السنن، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
7. رازی، فخر الدین (2010ء) مفاتیح الغیب، دارالفکر بیروت
8. پانی پتی، محمد اسماعیل، مولانا (2011) مقالات سرسید مجلس ترقی ادب لاہور
9. کاندھلوی، محمد ادریس (2016) سیرت المصطفیٰ. ادارۃ المعارف کراچی
10. ابن سعد، محمد بن سعد (1412ھ) الطبقات الکبری، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
11. ابن الاثیر، علی بن محمد (2016ء)، اسد الغابہ، مکتبہ نبویہ لاہور
12. شبلی نعمانی، مولانا، (2002ء) سیرت النبی، مکتبہ اسلامیہ لاہور
13. کاندھلوی، محمد ادریس (2016) سیرت المصطفیٰ. ادارۃ المعارف کراچی
14. مبارک پوری، صفی الرحمن (2020)، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ لاہور
15. ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام (1421ھ)، السیرۃ النبویۃ، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان
16. احمد، محمد بن حنبل (2016ء)، مسند احمد، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
17. نووی، یحییٰ بن شرف (1412ھ)، شرح صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان
18. ڈوگر، محمد رفیق (2012)، الامین، مکتبہ دید شنید کراچی

Bibliography

1. Al-Biladi, 'Atiq ibn Ghayth. Mu'jam al-'Ālam al-Jughrafiyyah. Makkah: Dar Makkah li al-Nashr wa al-Tawzi' 2009
2. Al-Tabari, Muhammad ibn Jarir. Tarikh al-Rusul wa al-Muluk. Beirut: Dar al-Turath. 2019
3. Ibn Kathir, 'Imad al-Din. Al-Bidayah wa al-Nihayah. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2010
4. Al-Bukhari, Muhammad ibn Isma'il. Al-Sahih. Beirut: Dar al-Fikr al-'Arabi, 2007
5. Hamidullah, Muhammad. Battlefields of the Prophetic Era. Lahore: Idarah Islamiyyat, 2012.
6. Abu Dawud, Sulayman ibn al-Ash'ath. Al-Sunan. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2001
7. Al-Razi, Fakhr al-Din. Mafatih al-Ghayb. Beirut: Dar al-Fikr, 2010.
8. Panipati, Muhammad Isma'il. Maqalat-e-Sir Sayyid. Lahore: Majlis Taraqqi Adab, 2011.
9. Kandhlawi, Muhammad Idris. Sirat al-Mustafa. Karachi: Idarat al-Ma'arif, 2016.
10. Ibn Sa'd, Muhammad ibn Sa'd. Al-Tabaqat al-Kubra. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah. 2009

11. Ibn al-Athir, 'Ali ibn Muhammad. Usud al-Ghabah. Lahore: Maktabah Nabawiyyah, 2016.
12. Shibli Nu'mani. Sirat al-Nabi. Lahore: Maktabah Islamiyyah, 2002.
13. Kandhlawi, Muhammad Idris. Sirat al-Mustafa. Karachi: Idarat al-Ma'arif, 2016.
14. Mubarakpuri, Safi al-Rahman. Al-Rahiq al-Makhtum. Lahore: Maktabah Salafiyyah, 2020.
15. Ibn Hisham, 'Abd al-Malik ibn Hisham. Al-Sirah al-Nabawiyyah. Beirut: Dar al-Ma'rifah.2014
16. Ahmad ibn Hanbal. Musnad Ahmad. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2016.
17. Al-Nawawi, Yahya ibn Sharaf. Sharh Sahih Muslim. Beirut: Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi.2011
18. Dogar, Muhammad Rafiq. Al-Amin. Karachi: Maktabah Did Shinid, 2012.